سلسلہ مطبوعات (۳۷)

دین اور حکومت

مولانا سید سلیمان ندویؒ

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

نام پمفلٹ : دین اور حکومت

تحریر : مولانا سید سلیمان ندوی

ناشر : شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

پوسٹ بکس نمبر ۳۶۴۳ ملتان

باسمہ تعالیٰ

حرف اول

دین اسلام کے امتیازی اوصاف میں سے اہم ترین وصف' اس کی جامعیت ہے کہ اس نے انسانی زندگی کے تمام گوشوں کو اپنی روشن اور ترقی پسند تعلیمات سے نہ صرف روشنی عطا کی ہے بلکہ اسوہ حسنہ کی شکل اور قرون اولی کی تاریخ کی صورت میں انسانی زندگی کے ہر پہلو کو کجروی سے بھی بچایا ہے

دور زوال میں کہ جس کی آمد اٹھارہویں صدی عیسوی کے آغاز سے ہی ہو گئی تھی نہ صرف سیاسی' معاشی اور سماجی حوالہ سے امت مسلمہ کو نقصان اٹھانا پڑا بلکہ فکری انتشار اور ذہنی پسماندگی سے بھی دوچار ہونا پڑا اور پھر فکری پسپائی نے یہاں تک لاکھڑا کیا کہ دین اسلام کا نظام' حکومت اور امور سلطنت سے تعلق ہی اجنبی قرار دیا جانے لگا۔ چنانچہ امت مسلمہ میں ایسے گروہ پیدا ہوئے جو دین کے غلبہ کی جدوجہد کی نفی کی بنیاد پر اعمال کی اصلاح کی عمارت کھڑی کرنا چاہتے ہیں اور ان کی یہ سوچ انہیں ایسے حلقوں میں قبولیت بخشتی ہے جو دنیا میں اپنی استعماری سیاست کے ذریعہ پسماندہ اقوام کا استحصال کرنے کی بجا طور پر شہرت رکھتے ہیں اور یہی امر ان مسلم گروہوں کے موقف کی کمزوری کی نشاندہی کرتا ہے۔

مسلم امہ کے غلبے کے دور میں یقیناً" ایسی شخصیات موجود رہی ہیں جو حکومتی معاملات سے نہ صرف لاتعلق رہی ہیں بلکہ حکومتی امور اور نظام کے معاملات میں سوچ و بچار کو ناپسند کرتی تھیں۔ لیکن اسکا تعلق اس دور کے مخصوص حالات سے تھا۔ جسکا مقصد لوگوں میں جاہ و اقتدار کے امنڈتے ہوئے سرکش جذبات کی اصلاح تھا۔ اور اس کا دور زوال کی پسپائی کی سوچ سے کوئی تعلق نہیں بنتا کہ اسکو آج کے تبدیل شدہ حالات میں پیش کیا جائے۔

زیر نظر تحریر میں مولانا سید سلمان ندوی مرحوم (جو بر عظیم کی علمی تاریخ میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں) نے دین کے نظام اور حکومت سے تعلق کو قرآن و حدیث کی روشنی میں نمایا کیا ہے۔ یہ تحریر معمولی نوک پلک سنوارنے کے بعد پیش خدمت ہے ملاحظہ کیجئے اور امت مسلمہ میں عروج و غلبہ کی جدوجہد کو آگے بڑھانے میں اپنا کردار ادا کیجئے (چیئرمین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکومت اور دین کا تعلق

دنیا میں اس وقت دو قسم کی سلطنتیں ہیں:

ایک وہ جس میں سلطنت کو مذہب سے قطعاً" علیحدہ رکھا گیا" اور یہ کہا گیا ہے کہ جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو' اور جو خدا کا ہے' وہ خدا کو دو' (انجیل) اس تعلیم میں قیصر اور خدا دو متقابل ہستیاں فرض کی گئی ہیں' جن میں سے ایک کا حکم دوسرے سے بالکل الگ ہے' اسی پر یورپ کی موجودہ سلطنتیں قائم ہوئی ہیں اور اسی کی بنا پر دین و دنیا کی دو علیحدہ حدیں بنائی گئی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ سلطنتیں خدا پرستی' دین داری' صداقت اور اخلاص نیت کے ہر منظر سے عاری اور خالی ہو کر رہ گئی ہیں۔

دوسری قسم کی سلطنت وہ ہے جس میں مذہب کو اس سے الگ نہیں رکھا گیا ہے' لیکن مذہب کی لطیف و نازک روح کو سلطنتی قوانین و آئین و ضوابط کی رسیوں میں اس طرح جکڑ دیا گیا کہ مذہب کی لطافت جاتی رہی' اور رسوم و قوانین کی خشکی نے اس کی جگہ لے لی' یہودیت اور برہمنیت اس کی بہترین مثالیں ہیں۔

اصل دین الٰہی ایک ہی ہے' ایک ہی رہا ہے' اور ازل سے ابد تک ایک ہی رہے گا' اور وہ اسلام ہے' ان الدین عند اللہ الاسلام (خدا کے نزدیک دین اسلام ہے) اس دین کی جامعیت کی تشریح مختلف پہلوؤں سے کی گئی ہے اور کی جاسکتی ہے ان میں سے ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ سلطنت اور دین کا معتدل مجموعہ ہے' وہ ایسی سلطنت ہے جو ہمہ تن دین ہے یا ایسا دین ہے جو سر تاپا سلطنت ہے۔ مگر سلطنت الٰہی' اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس سلطنت الٰہی میں قیصر کا وجود نہیں' اس میں ایک ہی اعلیٰ حاکم و آمر مانا گیا ہے' وہ حاکم علی الاطلاق اور شہنشاہ قادر مطلق اللہ تعالیٰ ہے۔

بادشاہی اسی کی ہے' حکم اسی کا ہے' فرمان صرف اسی کا صادر ہوتا ہے'

دوسرے مجازی حاکموں اور آمروں (بشمول پارلیمنٹ وغیرہ) کا حکم اسی وقت مانا جاتا ہے جب وہ عین حکم الٰہی ہو، یا اسی پر مبنی ہو، اور کم از کم یہ کہ اس کے مخالف نہ ہو، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصل دین کے سب سے آخری داعی، نبی اور پیغمبر تھے، اور وہی اس سلطنت کے سب سے پہلے امیر، حاکم اور فرماں روا تھے، آپ کے احکام کی بجا آوری عین احکام خدا کی بجا آوری ہے۔ ارشاد خداوندی ہے جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ (سورۃ نساء رکوع نمبر ۱۱)

آپ کی وفات کے بعد یکے بعد دیگرے آپ کے جو جانشین اور خلفا ہوئے، ان میں بھی دین و دنیا کی یہی جامعیت تھی، وہ جس طرح مسلمانوں کے امیر و حاکم اور ان کی سلطنت کے فرماں روا تھے اسی طرح وہ دین کے پیشوا، امام اور مجتہد تھے اور ان کے احکام ہر مسلمان پر واجب التعمیل ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "جس نے میرے امیر کا کہا مانا، اس نے میرا کہا مانا۔ جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی، اس نے میری نافرمانی کی" (صحیح بخاری، کتاب الاحکام، صحیح مسلم، کتاب الامارہ)

سلطنت اور دین کا یہ اتحاد اسلام کا سب سے بڑا نصب العین ہے، احکام الٰہی کے مطابق، سلطنت کا جو کام بھی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی غرض سے کیا جائے وہ عین دین اور عبادت ہے۔ یہاں تک کہ امراء کا اپنی رعایا کی خدمت کرنا اور رعایا کا اپنے امراء اور حکام کی اطاعت کرنا بھی اطاعت الٰہی ہے بشرطیکہ دونوں کی نیت اور غرض اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجالانا ہو۔ غرض اسلام کی نظر میں سلطنت اور دین میں تفریق کاموں کی نوعیت سے نہیں بلکہ کاموں کی غرض و نیت سے ہے، خدا کے لیے اور خدا کی خوشنودی کے حصول کے لیے سیاست و سلطنت سے متعلق جو کام بھی حسب حکم الٰہی کیا جائے، وہ دین ہے، امام کی امامت، خلیفہ کی خلافت، راعی کی رعیت، والی کی ولایت، امیر کی امارت، حاکم کی حکومت، رعایا کی نگرانی، قاضی کی دادگری، عمال کا عمل، سپاہی کا قتل، مجاہد کا جہد، محاصل کی ادائی، امراء کی واجبی اطاعت غرض سلطنت

کے تمام متعلقہ شعبوں سے متعلق جو کام بھی حسب احکام الٰہی اللہ کے لئے کیا جائے' وہ سب دین اور اطاعت اور موجب قربت ہے' سلاطین اگر اپنی سلطنت اور امراء اپنی امارت اور اسی طرح دوسری مفوضہ خدمات کے ذمہ دار اگر اپنی ذمہ داریوں اور خدمتوں کو چھوڑ کر شب و روز کسی گوشہ میں بیٹھ کر صرف یاد الٰہی میں مصروف رہیں' جب بھی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے فرائض سے غافل قرار پائیں گے' فرائض و واجبات و مؤکدات کی بجا آوری کے بعد ان کی بہترین عبادت یہی قرار دی گئی ہے کہ وہ خلوص کے ساتھ اپنے محولہ فرائض کی بجا آوری میں مصروف رہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا جو قصہ سورہ ص میں ہے جس میں چند داد خواہوں کا دیوار پھاند کر حضرت داؤد علیہ السلام کے عبادت خانہ میں داخل ہوجانے اور ایک مقدمہ کے پیش کرنے کا ذکر ہے' قصہ خوانوں نے اس کو ایک بیہودہ کہانی بنا دیا ہے حالانکہ وہ ان کی تنبیہہ اس باب میں ہے کہ فرائض کی ادائیگی کے بعد خلیفہ کی سب سے بڑی عبادت رعایا کی خدمت ان کے معاملات کی دادگری اور ان کے کاموں کی نگرانی ہے' اور یہی احساس غرض ہے جس پر حضرت داؤد علیہ السلام کو متنبہ کیا گیا۔

"اور داؤد نے سمجھا کہ ہم نے (یعنی خدا نے) ان کو آزمایا ہے' تو اپنے پروردگار سے انہوں نے معافی چاہی اور رکوع میں گر گئے اور رجوع کیا' تو ہم نے ان کو معاف کردیا اور ان کو ہمارے ہاں قرب کا درجہ اور لوٹ آنے کی اچھی جگہ حاصل ہے۔ اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکم کرو اور خواہش نفس کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تم کو اللہ کے راستہ سے ہٹا دے گا۔" (سورۃ ص رکوع نمبر ۲)

آگے پیچھے کی آیتوں کے درمیان ربط و نظم سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام سلطنت کے فرائض اور مقدمات کے فیصلوں کو چھوڑ کر اپنے عبادت خانہ کے دروازہ کو بند کر کے خدا کی عبادت میں مصروف رہنے لگے' تو اس پر اللہ تعالیٰ کی

طرف سے ان کو تنبیہہ کی گئی اور بتایا گیا کہ خلیفہ کا یہ فرض ہے کہ حسب احکام الٰہی فرائض خلافت کی ادائیگی میں مصروف رہے۔

جامع ترمذی اور مستدرک حاکم میں ایک حدیث ہے جو گویا اس آیت کی تفسیر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

جو امام و حاکم ضرورت مندوں سے اپنا دروازہ بند کرلیتا ہے' اللہ تعالٰی اس کی ضرورت کے وقت آسمان کا دروازہ بند کرلے گا۔ (جامع ترمذی' کتاب الاحکام)

جو شخص مسلمانوں کے معاملہ کا ذمہ دار ہونے کے بعد ان کی ضرورت کے وقت اوٹ میں ہوجائے گا' اللہ تعالٰی قیامت کے دن اس کی ضرورت و احتیاج کے وقت اوٹ میں ہوجائے گا۔ (مستدرک حاکم' کتاب الاحکام)

خلفائے رشدین نے ان احکام کی پیروی یہاں تک کی کہ انہوں نے اینٹ اور چونے کی چہار دیواری بھی اپنے لئے نہیں کھڑی کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے جو کوفہ کے والی تھے' اپنے رہنے کے لئے ایک محل بنوایا اور اس میں پھاٹک لگایا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر پہنچی' تو انہوں نے خاص طور سے مدینہ سے محمد بن مسلمہ کو اس لئے بھیجا کہ اس پھاٹک میں آگ لگا کر چلے آئیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا' وہ سینکڑوں میل کی مسافت طے کرکے وہاں گئے اور پہنچنے کے ساتھ اس پھاٹک میں آگ لگا دی۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص نے ان کو اپنے پاس ٹھہرانا چاہا اور زاد راہ دینا چاہا تو اس کو بھی قبول نہیں کیا اور سیدھے مدینہ واپس چلے آئے (ابن حنبل' ج ۱ ص ۵۴ مصر)

حضرت امیر معاویہ نے اپنے زمانہ میں حملہ آوروں کے خوف سے محل میں لوگوں کی آمد و رفت پر روک ٹوک قائم کی اور ایک صحابی نے ان کو اس حکم نبوی سے باخبر کیا تو انہوں نے یہ تدبیر کی کہ پھاٹک پر ایک آدمی کو اس غرض سے مقرر کیا کہ جو اہل حاجت پہنچے تو اس کی ضرورت سن کر ان کو مطلع کردے (ترمذی' ابواب

الاحکام)

قرآن میں بار بار حکام کو عدل و انصاف سے کام لینے اور اپنے ذمہ دارانہ فرائض کی بجا آوری کی تاکید کی گئی ہے' خصوصیت کے ساتھ ذیل کی آیتیں اپنے معنی کے عموم کے لحاظ سے فرائض حکومت کی پوری توضیح کرتی ہیں۔

"اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو' خدا تمہیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے' بیشک خدا سنتا (اور) دیکھتا ہے' مومنو! خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو کوئی تم میں صاحب حکومت ہیں ان کی بھی' اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو' یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل (انجام) بھی اچھا ہے (سورۃ نساء رکوع نمبر۸)

یہ آیتیں اسلامی سلطنت کے آئین کے باب میں اساسی حیثیت رکھتی ہیں' جس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی' آیت کا پہلا ٹکڑا اپنے معنی کے لحاظ سے اہل تفسیر کی تصریح کے مطابق اس کا اطلاق حکام پر بھی ہوتا ہے اور یہ بات کہ ہر صاحب حق ادا کیا جائے' امانت کا اعلیٰ درجہ اور حکومت کا پہلا فرض ہے۔

ارشاد خداوندی ہے

اور تول کو انصاف کے ساتھ قائم کرو' اور میزان میں کمی نہ کرو۔ (سورۃ رحمان رکوع نمبر۱)

یہ اور اس معنی کی اور آیتیں اس امر کو واضح کرتی ہیں کہ حقوق کی ادائیگی میں پورا انصاف برتا جائے' اور جس پیمانہ سے تم دوسروں کے لئے تولتے ہو' اسی پیمانہ سے اپنے لئے بھی تولو۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے "پھٹکار ہو ان تول میں بے ایمانی کرنے والوں پر جو لوگوں سے تول کر لیں تو پورا پورا لیں' اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں۔" (سورۃ تطفیف)

یہ تول میں گھٹانا اور بڑھانا انصاف کے خلاف ہے' اور خلاف انصاف کرنے والا اللہ کی رحمت سے محروم رہے گا' اللہ کی محبت کے مستحق منصف اور عدل پرور ہی ہیں۔ آیتِ قرآن ہے "اور اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔" (سورۃ مائدہ و حجرات)

اس آیت کی وسعت میں ہر طبقہ کے انصاف کرنے والے داخل ہیں۔ اس کے برخلاف کرنے والوں کے متعلق ارشاد ہے: اور اللہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (سورۃ شوریٰ رکوع نمبر ۴)

"ظلم" کے معنی کسی دوسرے کے حق کو دبانے کے ہیں' چاہے وہ اپنے ہی نفس کا ہو' یا عام بندوں کا ہو' یا خدا تعالیٰ کا ہو' ان آیتوں سے مقصود یہ ہے کہ حکومت اور اس کے فرائض اسلام میں دین کی حیثیت رکھتے ہیں' جس سے بحسن و خوبی عہدہ برآ ہونا یہی ہے کہ وہ احکام الٰہی کے تحت ادا ہوں۔ ارشاد خداوندی ہے:

اور جو اللہ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ کریں وہی نافرمان ہیں۔ (سورۃ مائدہ رکوع نمبر ۴)

احادیث میں بھی اس کی تصریحات ہیں' ارشاد ہے:

ہاں اے لوگو! جو امام' خدا نے جو قانون اتارا ہے' اس کو چھوڑ کر کچھ فیصلہ کرے اس کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا۔ (مستدرک' کتاب الاحکام)

سبب ظاہر ہے کہ نماز بندہ کی طرف سے اللہ کی کامل اطاعت اور انقیاد کی تمثیل ہے' اب جو شخص ایک طرف اس کامل اطاعت اور انقیاد کا اظہار کرتا ہے اور دوسری طرف اس کی صریح مخالفت کا مرتکب ہوتا ہے' وہ منافق ہے۔ اور اس لئے اس کی نماز یعنی اظہار اطاعت بارگاہ الٰہی میں بے معنی ہے۔

اسی سلسلہ میں ان حدیثوں کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت و فرمانروائی بھی ایک مذہبی فریضہ ہے جو لوگ اس فریضہ سے حسب احکام الٰہی عہدہ برا ہوں ان کے لئے آخرت میں رحمت الٰہی کا سایہ ہے اور جو اس

امتحان میں پورے نہ اتریں ان کے لئے وہ سزا میں ہیں جو دوسری زندگی میں ان کے لئے مقرر کی گئی ہیں' فرمایا:

"وہ امام جو لوگوں پر مقرر ہے' وہ نگران کار ہے' اس سے اس کی زیر نگرانی اشخاص کے متعلق باز پرس ہوگی۔" (صحیح بخاری' کتاب الاحکام)

اس سے معلوم ہوا کہ امیر اور امام بڑی ذمہ داریوں کے بوجھ کے نیچے دبے ہوئے ہیں' اسلامی امارت و خلافت' تاج و تخت کی بہار اور عیش و عشرت کا گلزار نہیں' ذمہ داریوں کا خارزار ہے' جو اس سے بسلامت گزر گیا اس کے لئے دنیا کی سعادت اور نیک نامی اور آخرت کا ابدی آرام و آسائش ہے اور جو اس میں الجھ کر رہ گیا وہ اس دنیا میں بھی ذلیل و بدنام ہوگا ور آخرت میں بھی رسوا و خوار ہوگا۔ حدیث نبوی ہے۔

"جس بندہ کو اللہ کسی رعیت کا نگران بنائے اور وہ اس کی خیر خواہی پوری پوری نہ کرے تو وہ جنت کی بو بھی نہ پائے گا۔ (بخاری و مسلم حوالہ سابق)

حضرت معقل بن یسارؓ ایک صحابی ہیں' ان کے مرض الموت میں بصرہ کا امیر عبیداللہ بن زیاد ان کی عیادت کو آیا انھوں نے امیر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آج میں تمہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پیغام سنا دینا چاہتا ہوں۔

"جس بندہ کو اللہ کسی رعیت کا نگران بنائے وہ مرتے دم اس حال میں مرے کہ وہ اپنی رعیت کے ساتھ غداری کرتا تھا تو اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا۔ (صحیح مسلم' کتاب الامارہ)

اس سے اندازہ ہوگا کہ امارت و حکومت کی ذمہ داری اسلام کی شریعت میں کتنی بڑی ہے ایک اور صحابی جن کا نام عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ ہے وہ مرض الموت کا بھی انتظار نہیں کرتے۔ عبیداللہ بن زیاد کے دربار میں خود پہنچ جاتے ہیں اور اس کو پیار سے خطاب کر کے کہتے ہیں اے بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔

"سب سے برا راعی (امیر) وہ ہے جو اپنی رعیت کو توڑ ڈالے۔ (صحیح مسلم، کتاب الامارہ) تو تو ان میں سے نہ بن۔

اس نے کہا: آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں بھوسی ہیں۔

فوراً" بولے: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں کوئی بھوسی بھی تھا، بھوسی تو اوروں میں تھے، اور وہ ان کے بعد والے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء فرمایا کرتے تھے ایک نبی گزر جاتا تھا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا نبوت مجھ پر ختم ہوگئی البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے، انھی کے ہاتھ میں امت کی سیاست کی باگ ہوگی۔

صحابہؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ! تو ہمارے لئے کیا حکم ہے؟

فرمایا: پہلے کی بیعت کرو، پھر عہد بہ عہداوروں کی، ان کا حق ان کو ادا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالی ان سے ان کے متعلق باز پرس فرمائے گا جن کی نگرانی اس نے ان کے سپرد فرمائی ہے۔ (صحیح بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ کی وسعت میں بادشاہ سے لے کر ادنی افسر تک شامل ہیں، اور ہر ایک پر اپنے اپنے دائرہ حکومت کی ذمہ داری عائد ہے۔

ایک اور حدیث پاک میں اس دائرہ کی وسعت اور زیادہ بڑھ گئی ہے چنانچہ فرمایا:

ہاں تم سب نگران کار ہو، اور تم سب سے اپنے زیر نگرانی اشخاص و رعایا کی بابت پوچھ ہوگی تو لوگوں کا امیر نگران کار ہے اور اس کے زیر نگران کے متعلق پرسش ہوگی، اور مرد اپنے گھر والوں کا نگران کار ہے اور اس سے اسکے گھر والوں کی پرسش کی جائے گی اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور بال بچوں کی نگران ہے۔ اس سے ان کے متعلق سوال ہوگا، اور غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اس سے اس کی بابت پوچھ جائے گا۔ تو ہاں، ہشیار رہو، تم سب نگران کار ہو اور تم سے اس کے زیر نگران کے بابت باز پرس کی جائے گی۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

لفظ رعیت

اس موقع پر ایک مخصوص لفظ کی تحقیق مناسب معلوم ہوتی ہے' جو ہماری زبان میں عام طور پر رائج ہے اور وہ رعیت ہے اور ذمہ داری کے لحاظ سے وہ اپنی حقیقت سے بالکل خالی ہو گئی ہے' حدیثوں میں لفظ "راعی" اور "رعیت" بار بار آئے ہیں۔ یہ الفاظ لفظ "رعی" سے نکلے ہیں' جس کے اصل معنی جانوروں کے چرانے کے ہیں۔ "راعی" چرواہا اور "رعیت" وہ جس کو چرائے اور جس کی وہ نگہبانی کرے۔ اس سے ظاہر ہے کہ کسی کی رعیت وہ ہے جس کی تربیت اور پرورش و نگرانی اور حفاظت کسی راعی و محافظ کے سپرد ہو تو درحقیقت ایک شفیق و محافظ چرواہے کی ہے جو اپنے گلے کو سرسبز چراگاہوں میں لے جاتا ہے اور ان کی شکم سیری کا سامان کرتا ہے' درندوں سے ان کی حفاظت کرتا ہے اور حادثات سے ان کو بچاتا ہے۔ اس تشریح کے مطابق یہ غور طلب ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر لفظ "رعیت" کس قدر شفقت آمیز اور پر محبت معنوں میں آیا ہے اور ظالم و سفاک امراء اپنے عمل سے اس کو کتنے ذلیل اور پست معنوں میں استعمال کر رہے ہیں' حالانکہ اس لفظ میں ان کی ذمہ داریوں کا ایک بڑا دفتر پوشیدہ ہے' جو امام عادل اپنے فرائض سے بخوبی عہدہ برآ ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نسبت یہ بشارت دی ہے۔

بے شک انصاف کرنے والے (حکام و امراء) اللہ تعالی کے پاس نور کے منبروں پر اس کے داہنے ہاتھ پر ہوں گے' اور اللہ تعالی کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں' یہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلہ میں اپنے اپنے لوگوں میں اور اپنے زیر حکومت امور میں عادل ہوں۔ (صحیح مسلم' کتاب الامارہ)

اس رفعت اور بلندی سے جو ایسی عادل حاکموں' منصف امیروں اور سلطانوں کو قیامت کے روز حاصل ہوگی ظاہر ہے کہ عادلانہ حکومت اور منصفانہ سلطنت کتنی

بڑی عبادت ہے۔ جامع ترمذی میں ہے بے شبہ سب لوگوں سے خدا کو محبوب اور خدا سے قریب امام عادل ہوگا۔ اور خدا کے نزدیک سب سے مبغوض اور خدا سے دور وہ امام ہوگا جو ظالم ہو۔ (ابواب الاحکام)

اس کے برخلاف جو امام اور حاکم و امیر عدل و انصاف اور رعایا پروری اور خیر خواہی سے دور ہوں گے' وہ اللہ کی رحمت سے بھی دور ہوں گے۔ فرمایا:

جو امیر مسلمانوں کے کام کا والی ہو' پھر وہ ان کے لئے محنت نہیں کرتا اور ان کا خیر خواہ نہیں' وہ ان کے ساتھ بہشت میں داخل نہ ہوگا۔ (صحیح مسلم' کتاب الامارہ)

امام ڈھال ہے' اس کے پیچھے اس کی پناہ میں لڑا جاتا ہے' تو اگر وہ اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کے مطابق حکم کرے اور عدل کرے تو اس کو اس کا بڑا انعام ملے گا' اور اگر غیر تقویٰ کا حکم کرے اور عدل نہ کرے تو اس کے لئے بڑی سزا ہے۔ (سنن نسائی' کتاب البیعہ)

یہ حدیثیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلام میں حکومت و ریاست اور سلطنت و ولایت بھی امور دین کا درجہ رکھتی ہیں۔ اور وہ بھی ثواب و عذاب اور جزا و سزا کی اسی طرح موجب ہیں جس طرح دین کے دوسرے امور و اعمال' اور وہ بھی ایک مسلمان کے سامنے جنت یا دوزخ کا دروازہ کھولنے میں اعمال و عبادات کے دوسرے شعبوں سے کم نہیں' اور اسلام کی شریعت میں یہ دین ہی کا ایک حصہ ہیں۔ کیونکہ یہاں دین کے معنی احکام الٰہی ہیں یا قوانین الٰہی ہیں۔ یہ احکام اور قوانین الٰہی انسانی زندگی کے ہر شعبہ سے یکساں متعلق ہیں۔ اس بنا پر سلطنت و ولایت اور حکومت و ریاست کے کاروبار کا نظم و نسق اور اہتمام و انصرام بھی دین ہی کا ایک جز ہے۔

اسلام کی نگاہ میں سلطنت احکام الٰہی کی تبلیغ' تنفیذ اور اجراء کے لئے ہے' اور یہ عین دین ہے۔ اسلام میں جس قتال و جہاد کی دعوت بر ملا دی گئی ہے اور جس پر اخروی نعمتوں کے بڑے بڑے وعدے اللہ تعالیٰ نے فرمائے ہیں' اور جس سے داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مقدس اور حضرات خلفائے راشدین اور صحابہ

کرام کی زندگیاں سرتاپا معمور ہیں، اس سے مقصود اصلی احکام الٰہی کی تبلیغ، تنفیذ اور اجراء ہی تھا، جہاد سے فرار پر غضب الٰہی اور جہنم کی وعید ہے، اور میدان جہاد کے صبر و ثبات پر صادق قدم اور متقی ہونے کی بشارت ہے قرآن میں ہے۔

اے اہل ایمان! جب میدان جنگ میں کفار سے تمہارا مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرنا، اور جو شخص جنگ کے روز اس صورت کے سوا کہ لڑائی کے لئے کنارے کنارے چلے (یعنی حکمت عملی سے دشمن کو مارے) یا اپنی فوج میں جا ملنا چاہے ان سے پیٹھ پھیرے گا تو (سمجھو کہ) وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہوگیا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ (سورۃ انفال رکوع ۲)

اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں، یہی لوگ ہیں جو ایمان میں سچے ہیں اور یہی ہیں جو خدا سے ڈرنے والے ہیں۔ (سورۃ بقرہ رکوع ۲۲)

یہی سبب ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاد و قتال فی سبیل اللہ انصاف، اقامت دین، تنفیذ حکم، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تمام کاروبار کو جس کا بڑا حصہ امامت و خلافت اور اس کے ماتحت شعبوں اور صیغوں سے متعلق ہے عام عبادات و اعمال صالحہ سے کم اہم نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس تصور اور عقیدہ کی بنا پر کہ اقامت دین کی راہ میں خون شہادت کا ایک قطرہ بھی مومن کے اعمال نامہ اور گناہوں کے دفتر کو دم کے دم میں دھو دیتا ہے، حضرات صحابہؓ ہر وقت جہاد و قتال کے مشتاق اور اس راہ میں شہادت کے طالب رہتے تھے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

"تو جو لوگ میرے لئے وطن چھوڑ گئے اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور لڑے اور قتل کئے گئے میں ان کے گناہ دور کروں گا اور ان کو بہشتوں میں داخل کروں گا، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (یہ) خدا کے ہاں سے بدلہ ہے، اور خدا کے ہاں اچھا بدلا ہے۔" (سورۃ آل عمران رکوع ۲۰)

خود لفظ دین قرآن پاک میں کئی معنوں میں آیا ہے ان میں سے ایک معنی احکام

الٰہی کی اطاعت تنفیذ اور اقامت کے بھی ہیں۔ سورۃ نور میں زانی مرد و عورت کے بارے میں ہے۔

"اور ان دونوں مجرموں کے ساتھ اللہ کے دین میں تم کو رحم نہ آئے۔ (رکوع نمبر۱)

کھلی بات ہے کہ "اللہ کے دین" سے مقصود یہاں احکام الٰہی کی تنفیذ و اجراء سے ہے اسی طرح سورۃ بقرہ کی آیت میں ہے۔

"اور ان سے اس وقت تک قتال کرتے رہنا کہ فساد نابود ہو جائے اور دین سب خدا کا ہی ہو جائے۔" (رکوع نمبر۲۳)

صرف حکم الٰہی کی اطاعت کو "دین" فرمایا گیا ہے۔ سورہ انفال کی اس آیت میں

"اور ان لوگوں سے قتال کرتے رہو، یہاں تک کہ فتنہ (کفر کا فساد) باقی نہ رہے اور دین سب خدا ہی کا ہو جائے۔ (رکوع نمبر۴)

بھی حکم و قانون الٰہی کی تسلیم و اطاعت ہی کو "دین" فرمایا گیا ہے، یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی اطاعت کے لائق ہے اور نہ عبادت کے۔ اسی کا ایک فیصلہ ہے جو آسمان سے زمین تک جاری ہے۔

"اور اسی خدا کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اسی کی لازمی اطاعت ہے۔(سورۃ نحل رکوع نمبر۲)

یہاں بھی دین کے معنی احکام الٰہی کی اطاعت ہی کے زیادہ موزوں اور نظم قرآن کے مطابق ہے۔

حکومت کی حقیقت

اب دین کی تشریح کے بعد حکومت و سلطنت و ولایت کی تھوڑی تشریح کی ضرورت ہے، عام لوگ حکومت و سلطنت کو عیش و تنعم کے ایوان زرنگار، تاج اور

زمردیں تخت کی روشنی اور زریں کمربند غلاموں کے جھرمٹ میں تلاش کرتے ہیں، یا جلال و جبروت اور قہوبیت کی تلواروں کے سائے میں، لیکن اسلام نے جس حکومت کی تعلیم دی ہے اور محمد رسول اللہ علیہ وسلم نے اس تعلیم کی جو عملی مثال پیش کی ہے وہ ان تمام مناظر سے قطعاً" خالی ہے۔

سلطنت و حکومت اور ولایت و ریاست کا رائج الوقت تخیل اسلام کے قانون میں اصلاً" نہیں ہے بلکہ اسلام نے سلطنت، حکومت اور بادشاہی و شہنشاہی کے الفاظ کو بھی جو ہر زبان میں رائج تھے، قطعاً" چھوڑ دیا، سب سے عام لفظ ملک کا تھا اور اس سے اونچا لفظ شہنشاہ کا تھا، ایران کے شہنشاہ کسریٰ اور روم کے امیر قیصر کہلاتے تھے، مگر تعلیم محمدیؐ نے ایسے سب لفظوں سے جو جبر و قہر اور ظلم و ستم کے مظہر تھے، پرہیز کیا، الملک کے مادہ میں ملکیت اور مالکیت کا تصور ہے جو اسلامی عقیدہ کے سراسر منافی ہے، اس لئے اس لفظ سے بھی پرہیز کیا، اسلام کی تعلیم میں حقیقی مالک اور حقیقی بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے اس لئے الملک، ہونے کا استحقاق اسی کو ہے، چنانچہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا یہ وصف بار بار بیان ہوا ہے۔

"کہو کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں، لوگوں کے حقیقی بادشاہ کی، لوگوں کے معبود برحق کی۔(سورۃ ناس)

"بادشاہ حقیقی پاک ذات (ہر عیب سے) امن و امان والا۔(سورۃ حشر رکوع ۳)

"تو خدا ہی سچا بادشاہ ہے۔" (سورۃ مومنون رکوع ۴)

"بادشاہ حقیقی، پاک ذات، زبردست حکمت والا ہے۔" (سورۃ جمعہ)

یہ آیت قرآن پاک میں چھ جگہ آئی ہے اور ہر جگہ اللہ تعالیٰ ہی کو الملک الحق یعنی بادشاہ برحق فرمایا گیا ہے، یہاں ایک نکتہ خاص طور سے لحاظ کے قابل ہے، ان آیتوں میں کہیں بھی تنہا الملک نہیں آیا ہے بلکہ اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی صفت اور اضافت ضرورت لگائی گئی ہے مثلاً" اوپر کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کو ملک الناس "لوگوں کا بادشاہ" کہا گیا تو ساتھ ہی اس سے پہلے رب الناس "لوگوں کا پالن ہار" بھی

کہہ دیا گیا ہے تاکہ اس کی ربوبیت کا بھی اظہار ہو۔ دوسری آیت میں الملک کے ساتھ اول القدوس (مقدس و پاک) اور پھر السلام (امن و امان والا) کہا گیا' تاکہ اس کے ساتھ اس کی پاکی و سلامتی ظاہر ہو جائے۔ تیسری آیت میں الملک کے ساتھ الحق (برحق) کی صفت آئی ہے۔ چوتھی آیت میں الملک کے ساتھ القدوس (پاک) العزیز (غالب) الحکیم (حکمت والا) کی صفتیں آئی ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ الملک کے لفظ کے اندر ظلم و سفاکی' قہروجبر اور بے رحمی' سخت دلی کا ایسا مفہوم ذہن انسانی میں پیدا ہوگیا تھا کہ اس لفظ کے ساتھ کسی نئی صفت کے بڑھائے بغیر اس مفہوم کا ازالہ نہیں ہو سکتا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جہاں جہاں اپنے لئے اس لفظ کا استعمال کیا ہے' اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی صفت ضرور لگا دی ہے۔

لفظ ملک الملوک کی ممانعت

عربی میں ملک الاملاک یا ملک الملوک اور فارسی میں شاہنشاہ یعنی شاہ شاہاں بولا جاتا تھا اور اس کا تصور بادشاہوں کے تعلق سے ہر زبان میں مبالغہ کے ساتھ پایا جاتا ہے اسلام میں شاہ شاہاں' شہنشاہ' ملک الملوک صرف ایک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے' آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف ارشاد فرمایا۔

"سب سے بدتر نام اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے کو شہنشاہ کہے۔ (صحیح بخاری کتاب الادب)

معانی جن الفاظ سے ادا کئے جاتے ہیں اگر ان کی اصلیت محفوظ ہو تو معلوم ہوگا کہ الفاظ کے اندر بڑی حقیقت چھپی رہتی ہے' اسلام کی زبان میں اپنی طرز حکومت کے فرد عامل کا نام خلیفہ' اور اس کی حکومت کا نام خلافت ہے خلیفہ عربی زبان میں قائم مقام اور نائب کو کہتے ہیں' اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ خود حاکم و فرماں روا نہیں بلکہ وہ اس حکومت میں کسی کا نائب اور قائم مقام ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ کس کی نیابت کرتا ہے اور کس کا قائم مقام ہے؟

حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ قرآن پاک اور توراۃ دونوں صحیفوں میں مذکور ہے مگر دونوں کے نتیجے الگ الگ ہیں توراۃ میں یہ بیان صرف حضرت آدم کے آغاز پیدائش کی تاریخ کی حیثیت سے ہے لیکن قرآن کا یہ بیان اسلام اور سیاسیات کا ایک بنیادی پتھر ہے' اسلام میں ایک طرف تو انسان کا مکلف ہونا' اس کا اصلی مقام بہشت ہونا' جزاو سزا کا راز' رسالت و نبوت کی ضرورت اور پیغمبروں کے آنے کی مصلحت اس قصہ سے ظاہر ہوتی ہے دوسری طرف کائنات میں انسان کے اصلی مقام و مرتبہ کا تعین' دنیا میں اس کے فرائض' احکام الہٰی کی بجا آوری کی صورت اور خدا کی دوسری مخلوقات کے ساتھ اس کے برتاؤ کی حیثیت واضح ہوتی ہے' پہلی چیز اسلام کے اساسی عقائد ہیں اور دوسری چیز اسلامی سیاست کے بنیادی مبادی ہیں۔ (خلافت کی تحریک کے زمانہ میں خاکسار کے خیالات ادھر رجوع ہوئے تو سب سے پہلے اکتوبر ۱۹۲۰ء کے معارف میں آیت استخلاف کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا جس میں س کی تصریح کی گئی ہے' یہ مضمون آج بھی پیش نظر رکھنے کے قابل ہے۔)

قرآن پاک میں اس قصہ کا آغاز ان لفظوں سے ہوا ہے۔

"اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ (سورۃ بقرہ رکوع ۴)

یہ خلیفہ حضرت آدم تھے' جو تمام بنی آدم کے قائم مقام ہو کر اس شرف سے ممتاز ہوئے اس لئے دوسرے موقعوں پر آدم کے بجائے سارے بنی آدم کو اس شرف سے مفتخر اور ممتاز فرمایا گیا ہے' چنانچہ فرمایا:

"ہم نے آدم کے بیٹوں (بنی آدم) کو عزت بخشی' اور ان کو خشکی اور تری میں ہم اٹھاتے ہیں اور ان کو پاک چیزیں روزی کیں' اور ہم نے ان کو اپنی بہتیری مخلوقات پر بزرگی دی۔ (سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۷)

اور اسی شرف و امتیاز کی بناء پر آدم بنی آدم کے قائم مقام تھے' ان کو بنی آدم کے ساتھ ملا کر صیغہ جمع استعمال فرمایا گیا: آیت قرآنی ہے۔

"تم سب بہشت سے نیچے اتر جاؤ، اب اگر تم لوگوں کے پاس میری طرف سے کوئی پیغمبرانہ رہنمائی آئے تو جو میری رہنمائی کی پیروی کریں گے تو ان کو نہ کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ غم اٹھائیں گے۔ (سورۃ بقرہ رکوع ۴)

سورۃ اعراف میں ارشاد الٰہی ہے:

اور ہم نے زمین میں تم کو قدرت بخشی اور اس میں تمہارے زندگی بسر کرنے کے معاشی طریقے بنائے تم بہت کم میرے احسان کی قدر کرتے ہو اور ہم نے تم کو وجود بخشا' پھر تمہارے صورتیں بنائیں' پھر فرشتوں سے ہم نے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا' مگر ابلیس نے کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں نہ تھا۔ (رکوع نمبر۲)

ان آیتوں سے ظاہر ہوا کہ حضرت آدم کو جو عزت اور سرفرازی ملی وہ ان کی وراثت سے تمام بنی آدم کے حصہ میں آئی۔ اس لئے حضرت آدم کو زمین کی خلافت کی جو سعادت عطا ہوئی وہ پورے بنی نوع آدم کو نصیب ہوئی۔

سورۃ انعام کے آخر میں ارشاد ہوتا ہے۔

اور وہی (خدا) وہ ہے جس نے تم (انسانوں) کو زمین میں خلیفہ بنایا اور (تم میں سے) ایک کا دوسرے پر درجہ بڑھایا' تاکہ تم کو جو دیا اس میں تم کو آزمائے' بیشک تیرا پروردگار جلد سزا دینے والا ہے اور بے شبہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (رکوع نمبر۲۰)

یہاں پہنچ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بنی آدم کو یہ خلافت یا نیابت کس کی عطا کی گئی ہے؟ قرآن پاک میں ایک قوم کے بعد دوسری قوم کو نیابت اور جانشینی عطا ہوتی رہی ہے' جیسے عاد کی قوم کو حضرت نوح کی قوم کا جانشین فرمایا ارشاد خداوندی ہے۔

"اور یاد کرو جب اللہ نے تم کو نوح کے بعد نیابت بخشی۔ (سورۃ اعراف رکوع ۱۰)

حضرت ہود اپنی قوم کو تنبیہہ کرتے ہیں کہ اگر تم نے اللہ تعالی کی فرمانبرداری نہ کی۔

"تو میرا رب تمہارے علاوہ کسی اور قوم کو خلافت بخشے گا۔ (سورۃ ہود رکوع ۵)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ارشاد ہے۔

"اور خدا چاہے گا تو تم کو لے جائے گا اور تمہارے بعد جس کو چاہے خلافت و نیابت دے جس طرح تم کو دوسرے لوگوں کی نسل سے پیدا کیا۔ (سورۃ انعام رکوع ۴)

ارشاد خداوندی ہے۔

"اللہ نے تم میں سے ان سے، جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے، وعدہ کیا کہ ان کو زمین میں خلافت بخشے گا، جس طرح تم سے پہلوں کو خلافت بخشی۔ (سورۃ نور رکوع ۲)

قران پاک کی چار آیتوں میں کچھ قوموں کو دوسری قوموں کا خلیفہ اور جانشین ہونا بیان فرمایا:

"اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین کے جانشین بنایا۔ (سورہ انعام رکوع ۲۰)

سورہ یونس میں تصریح ہے:

"اور تم سے پہلے ہم کئی امتوں کو، جب انہوں نے ظلم اختیار کیا، ہلاک کر چکے ہیں اور ان کے پاس پیغمبر کھلی نشانیاں لے کر آئے، مگر وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے، ہم گنہگار لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں، پھر ہم نے ان کے بعد تم لوگوں کو ملک میں خلیفہ بنایا تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔ (رکوع نمبر ۲)

اس کے بعد نوح علیہ السلام کی قوم کی تباہی کے بعد ارشاد ہے:

لیکن ان لوگوں نے ان (نوح) کی تکذیب کی تو ہم نے ان (نوح) کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں سوار تھے سب کو (طوفان سے) بچا لیا، اور انہیں (زمین میں) خلیفہ بنا دیا۔ (رکوع ۸)

سورہ فاطر میں سارے انسانوں کو خلیفہ اور جانشین فرمایا گیا:

"وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں، (پہلوں کا) جانشین بنایا، تو جس نے کفر کیا، اس کے کفر کا ضرر اسی کو ہے۔ (رکوع ۴)

حضرت داؤد علیہ السلام کو خلافت بخشی گئی۔ ارشاد خداوندی ہے:

"اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں جانشین بنایا ہے' تو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو۔ (سورۃ ص رکوع ۱۰)

یہ لفظ خلیفہ خلف سے مشتق ہے' جس کے معنی "پیچھے کے" ہیں۔ اس لئے ایک کی غیر موجودگی میں' خواہ وہ اس کی موت کے سبب سے ہو یا غیبوبت کے سبب سے ہو' یا آنکھوں سے بظاہر او جھل ہونے کی صورت میں ہو۔ اس کی طرف سے اس کے پیچھے جو نمائندہ ہو کر آئے وہ اس کا خلیفہ کہلاتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے!

"تو ان کے بعد ان کے جانشین آئے۔" (اعراف ۲۱' مریم ۷)

یہ موت کے بعد کی جانشینی کی صورت ہے۔ دوسری آیت ہے کہ حضرت موسیٰ نے طور پر جاتے وقت حضرت ہارون سے فرمایا:

"میرے قوم میں میرے جانشین یا نائب بنو۔ (اعراف ۱۶)

یہ زندگی ہی میں جانشینی کی ایک شکل ہے۔ اسی طرح ارشاد خداوندی ہے۔

"اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتوں کو بناتے جو زمین میں خلافت کرتے۔ (سورۃ زخرف رکوع ۶)

اوپر کی تین آیتوں میں خلافت کا لفظ ذرا ذرا سے فرق سے تین معنوں میں آیا ہے پہلی آیت میں ایک کے مرنے کے بعد دوسرے کے آنے کے ہیں۔ دوسری آیت میں ایک کے کہیں چلے جانے کے بعد دوسرے کے آنے کے ہیں اور تیسری آیت میں خلافت کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر خدا چاہتا تو تمہاری جگہ فرشتوں کو بناتا جو تمہارے جانشین ہوتے۔ بعض نے کہا کہ تمہاری جگہ فرشتوں کو زمین پر آباد کر دیتا اور تیسرا قول یہ ہے کہ تمہاری جگہ فرشتوں کو بناتا جو زمین میں ایک دوسرے کے جانشین ہوتے چلے جاتے۔

امام راغب اصفہانی نے مفردات میں لکھا ہے۔

خلافت کے معنی کسی کے نائب ہونے کے ہیں' اب یہ نیابت اصل کی عدم

موجودگی کے سبب سے ہو' یا اس کی موت کے سبب سے ہو' یا اس کے اپنے منصب سے عاجز ہونے کے سبب سے ہو' یا نائب کی نیابت کی عزت بخشنے کے لئے ہو۔ (ص ۵۵)

پھر امام راغب نے متعدد آیتیں نقل کی ہیں جن میں یہ تیسرے معنی ان کے نزدیک مناسب ہیں اور یہی معنی اللہ تعالی کی نیابت کے لئے موزوں ہو سکتے ہیں مفتی الوسی زادہ صاحب روح المعانی تک نے ہر آیت پر جس میں یہ لفظ آیا ہے' تینوں معنوں کے لئے قول نقل کئے ہیں اور خود کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہی ہے یہ معلوم ہو کہ کس آیت میں خلافت کے کون سے معنی لینے چاہئیں۔ میرے دل میں یہ بات آتی ہے اور روزمرہ کا یہ عام محاورہ بھی ہے کہ جہاں متکلم یہ ظاہر کر دے کہ یہ شخص فلاں کا جانشین ہے وہاں تو اسی فلاں کا جانشین ہونا مقصود ہو گا اور جہاں متکلم اس کی تصریح نہ کرے تو اس سے مقصود خود اسی متکلم کی جانشینی اور قائم مقامی ہو گی' اس اصول پہ قرآن پاک کی ہر اس آیت میں جس میں اس جانشینی کی تصریح ہے' اسی کی جانشینی مراد ہو گی' اور جہاں تصریح نہیں ہے وہاں خود متکلم قرآن یعنی اللہ تعالی کی نیابت اور قائم مقامی ثابت ہو گی' جیسے قرآن پاک میں ایک آیت ہے۔

"اور خرچ کرو اس (مال) میں سے جس میں تم کو اس نے نائب بنایا ہے۔ (سورہ حدید رکوع ۱)

اب اس آیت میں یہ ذکر نہیں کہ کس کا نائب بنایا ہے' اس لئے مفسرین دونوں طرف گئے ہیں کچھ نے کہا کہ ایک کے بعد دوسرے کو اس مال کا نائب بنایا' جیسے باپ کے بعد بیٹا نائب ہوتا ہے کچھ نے کہا کہ مال درحقیقت اللہ تعالی کی ملک ہے اس نے جس کے حوالہ اپنے مال و دولت کو کیا ہے اس کو اپنا امین اور نائب بنایا ہے کہ وہ اس کی طرف سے امور خیر میں اس کو صرف کرے میں نے جو اصول اوپر پیش کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں دوسرے معنی صحیح ہیں کشاف بیضاوی' اور روح المعانی وغیرہ میں بھی اسی معنی کو مقدم رکھا ہے' کشاف میں ہے:

"وہ مال جو تمہارے قبضے میں ہے" (در حقیقت تمہارا نہیں ہے) اللہ تعالیٰ کا ہے، کیونکہ اس نے اس کو بنایا ہے اسی نے تمہارے تمتع کے لئے اس کا تم کو مالک بنایا ہے اور تم کو اس کے تصرف کا اختیار بخشا ہے۔"

تفسیر بیضاوی میں ہے:

"وہ مال جس کے تصرف میں اللہ تعالیٰ نے تم کو جانشین بنایا ہے۔"

روح المعانی میں ہے:

"اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو اپنا، اس (مال) کے تصرف میں جانشین بنایا ہے نہ یہ کہ تم واقعی اس کے مالک ہو۔"

اس سے معلوم ہوا کہ ان مفسرین کے نزدیک اموال کی ملکیت در حقیقت اللہ تعالیٰ کی ہے، اور بنی آدم ان مملوکات کے تصرف میں اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس کے وکیل و نائب ہیں۔

اب ہم اصل آیت کی طرف رجوع کرتے ہیں، جو اس باب کا سرعنوان ہے، یعنی (آیت بقرہ رکوع ۴) اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے تعمیم کے ساتھ انہی سابقہ دونوں معنوں کو یکے بعد دیگرے لکھ دیا ہے اور کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے، طبری میں یہ دونوں قول ہیں، ایک یہ کہ ایک مخلوق کے بعد دوسری مخلوق کی جانشینی کا ذکر ہے دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی نیابت کا ذکر فرما رہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت کے حوالہ سے لکھا ہے:

"میں اپنی طرف سے زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں جو میرا خلیفہ ہوگا میری مخلوقات کے درمیان حکم کرنے میں۔"

اس کے اوپر ابن زید کی تفسیر کا مطلب یہ بیان کیا ہے:

"اللہ تعالیٰ فرشتوں کو خبر دے رہا ہے کہ وہ زمین میں اپنا ایک خلیفہ بنا رہا ہے جو اس کے حکم کے مطابق اس کی مخلوقات میں فیصلہ یا حکومت کرے گا۔" (ص ۱۶۴)

اس سلسلہ میں قاضی بیضاوی کی تصریح زیادہ حکیمانہ ہے:

اور اس سے مراد آدم علیہ السلام ہیں، کیونکہ وہ اس کی زمین میں اللہ تعالی کے خلیفہ تھے اور اس طرح اللہ تعالی نے ہر نبی کو خلیفہ بنایا زمین کی آبادی اور لوگوں کی نگرانی اور نفوس کی تکمیل اور اللہ تعالی کے احکام نافذ کرنے میں، اللہ تعالی اس کا محتاج نہیں کہ کوئی اس کا خلیفہ ہو، بلکہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالی کے احکام کی تلقی کسی واسطہ کے بغیر ممکن نہ تھی۔"

لیکن قرآن پاک کی آیتوں سے جو ابھی اوپر گزری ہیں اور جن میں اللہ تعالی نے سارے بنی آدم کو خلفاء فرمایا ہے، یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انبیا علیہم السلام کے توسط سے اس خلافت الٰہی کی سند ان کے متبوعین تک کو عطا ہوئی ہے اور سارے بنی آدم اس شرف سے ممتاز ہیں۔

آیت میں خلافت کی جو تفسیر ابھی بیان ہوئی ہے اس کی ترجیح کے حسب ذیل اسباب ہیں:

۱۔ تمام مفسرین نے شروع سے اس مطلب کو لکھا ہے۔

۲۔ روایات سے اور قرآن پاک کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں اللہ تعالی ایک مخلوق کے بعد دوسری مخلوق کو پیدا کرتا رہا اس لحاظ سے آدم کی تخلیق کوئی نئی بات نہ تھی۔ لیکن جس اہتمام سے جس شان سے اور جس اہمیت سے حضرت آدم کی پیدائش، اللہ کی نیابت، فرشتوں کے سجدہ کرنے اور جنت کے داخلہ، پھر ان کی عدول حکمی اور دنیا میں آباد ہونے اور سلسلہ انبیاء قائم کرنے وغیرہ کے خصوصیات و فضائل جو بیان کئے گئے ہیں ان سے پہلے کی مخلوقات میں کوئی ممتاز نہیں ہوا یہ اہتمام اس بات کی دلیل ہے کہ نیابت گزشتہ مخلوق کی نہیں، بلکہ خالق کی تھی۔

۳۔ اوپر تفصیل سے تمام آیتوں کو لکھ کر جو اصول ممہد کیا گیا ہے اور جس کا منشایہ ہے کہ متکلم کے جس کلام میں نیابت کی توضیح مذکور ہوگی اس میں اسی مذکور کی نیابت سمجھی جائے گی اور جو کلام اس توضیح سے خالی ہوگا وہاں لامحالہ اسی متکلم کی نیابت مراد ہوگی۔ جیسے کسی بادشاہ نے کہا کہ میں نے زید کو نائب بنایا۔ اب اگر کلام

میں اس کی توضیح مذکور ہے' یا سیاق و سباق سے مفہوم ہوتا ہے کہ کس کا نائب بنانا مقصود ہے تو اسی کی نیابت سمجھی جائے گی اور اگر اس توضیح سے کلام کلیتہ خالی ہے تو مقصود خود بادشاہ کا اپنا نائب بنانا ہے اس اصول پر ظاہر ہے کہ اس آیت میں نہ اس سے آگے اور نہ اس کے پیچھے کسی ایسے شخص کی توضیح ہے جس کا آدم کو نائب بنانا سمجھا جائے۔ ایسی حالت میں بلاشبہ خود اپنا نائب بنانا متعین ہو جائے گا۔

۴۔ اس معنی کی تائید میں اور بھی آیتیں ہیں' جن سے آدم اور بنی آدم کے شرف و کرامت کا اظہار ہوتا ہے' اللہ تعالی نے فرمایا:

"ہم نے آدم کے بیٹوں (بنی آدم) کو عزت بخشی اور ان کو خشکی اور تری میں ہم اٹھاتے ہیں اور ان کو پاک چیزیں روزی کیں اور ہم نے ان کو اپنی بہتری مخلوقات پر بزرگی دی۔" (سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۲)

دوسری آیت میں فرمایا:

"ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا۔ (سورۃ تین)

پھر آسمان سے لے کر زمین تک' جو کچھ ہے سب اس کے لئے بنا ہے' اور سب اس کے کام میں لگے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

"اور جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں' اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں ان سب کو اپنی طرف سے مسخر بنایا' بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے دلائل ہیں جو سوچتے ہیں۔ (سورۃ جاثیہ رکوع ۲)

اور یہی نیابت الہی کی حقیقت ہے' قرآن میں ایک جگہ نہیں بیسیوں مقامات میں تمام مخلوقات الہی کو انسان کا تابعدار اور مسخر اور اسی کے لئے ان کا پیدا کیا جانا بہ تفصیل مذکور ہے۔ مزید تشریح کے لئے چند آیتیں اور لکھی جاتی ہیں۔

۱ "اور اس نے جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے پیدا کیا۔" (سورہ بقرۃ رکوع ۳)

۲ "اور وہی تو ہے جس نے دریا کو (تمہارے) اختیار میں کیا۔ (سوۃ نحل رکوع ۲

۳ اللہ ہی تو ہے جس نے دریا کو تمہارے قابو میں کر دیا۔" (سورۃ جاثیہ رکوع ۱)

۴ "اور کشتیوں (جہازوں) کو تمہارے زیر فرمان کر دیا۔" (سورۃ ابراہیم رکوع ۵)

۵ اور نہروں کو بھی تمہارے زیر فرمان کیا۔ (سورۃ ابراہیم رکوع ۵)

ان آیات سے ثابت ہے کہ انسان اس کائنات کا مقصود اصلی ہے اور اسی کو ساری مخلوقات کی سرداری بخشی گئی ہے اور یہی خلافت الٰہی کا منشا ہے ایک اور آیت میں ارشاد ہے:

"ہم نے (بار) امانت آسمانوں' اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور انسان نے اس کو اٹھا لیا' بیشک وہ ظالم اور جاہل تھا۔ (سورۃ احزاب رکوع ۵)

اس آیت سے ظاہر ہے کہ ساری مخلوقات میں سے امانت و نیابت الٰہی کے بار کا اٹھانے والا انسان ہی ہے یہ امانت الٰہی کیا ہے یہ اسی نیابت و خلافت کے بیان کا دوسرا پیرایہ ہے نائب حقیقت میں کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا بلکہ اصل مالک کی طرف سے صرف ایک وکیل اور امین کی حیثیت رکھتا ہے' اس لئے انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ صرف مالک کی امانت ہے جو اس کو ملی ہے تاکہ نیابت کے فرض سے عہدہ بر آ ہو سکے۔ اس کا علم اور اس کے دوسرے کمالات و محاسن و اوصاف سب اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہیں اور اسی کے خزانے سے اس کو چند روز کے لئے عارضۃ" ملے ہیں۔

یہ حدیث کہ **فان اللہ خلق آدم علی صورتہ** (اللہ نے آدم کو اپنی صورت میں پیدا کیا) اس معنی کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور مشہور قول **تخلقوا باخلاق اللہ** (اللہ کے اخلاق سے متصف ہو) کی تشریح بھی یہی ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہو گا کہ اسلام کا نظریہ سلطنت و ریاست ایک ایسے تصور

پر مبنی ہے جو انسانیت کو بلند سے بلند نقطہ تک پہنچاتا ہے' اور جس کے اندر مادی و روحانی' سیاسی اور اخلاقی' دنیاوی اور دینی دونوں تصورات باہم دست و گریباں ہیں۔

اب اس کا دوسرا رخ یہ ہے کہ خلق عالم کا مقصود اور مخلوقات کا سردار اپنے اصل مالک کے سامنے اپنی زندگی اور عبودیت اور غلامی کا اقرار کرے قرآن پاک میں اللہ تعالی نے انسان کی پیدائش کی غرض بتا دی ہے:

"میں نے انسان اور جن کو اسی لئے بنایا کہ وہ میری بندگی کریں۔" (سورۃ ذاریات رکوع ۳)

اس کی حیثیت اس ایجنٹ کی ہے جس کا فرض صرف اپنے مالک کے احکام کی تنفیذ ہے اس کے ہاتھ میں شریعت الہی کا فرمان ہے' اس کے احکام کو خود بجا لانا اور ساری دنیا کو اس کے بجا لانے پر آمادہ کرنا اس کا سب سے بڑا فرض ہے۔ وہ صرف اپنے مالک کی مرضی کا تابع اور اس کے حکم کا بندہ ہے۔

توجہ فرمائیے

آج متعدد براعظموں میں پھیلی ہوئی دنیا، میڈیا کی سائنسی ترقی کے سبب گلوبل ولیج میں تبدیل ہوتی جارہی ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ میڈیا کی اس ترقی کے ذریعہ انسانیت دشمن قوتیں، اپنے سامراجی مفادات کے حصول کے لئے منظم حکمت عملی کے تحت انسانی ذہنوں پر اثر انداز ہو رہی ہیں۔

ان حالات میں مظلوم انسانیت کو استحصالی شکنجوں سے نجات دلانے کی صحت مند شعوری جدوجہد و بھرپور توانائیوں کے ساتھ منظم طور پر آگے بڑھانے کی ضرورت دو چند ہو جاتی ہے۔

اسی احساس کے تحت شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن کے زیر عنوان اجتماعی فکر کو تہذیبی شعور کے عملی تسلسل کے تحت بدلتے ہوئے حالات کے تناظر میں آگے بڑھانے کی سوچ کو عملی شکل دی گئی چنانچہ اب تک اردو اور سندھی زبانوں میں قرآنیات، سیرت النبی، مذہبیات، تاریخ اسلام، اخلاقیات، ولی اللہی افکار، سماجیات، معاشیات، نفسیات، نظام، تاریخ برعظیم اور مشاہیر علماء کے حوالہ سے کئی پمفلٹس منظر عام پر آچکے ہیں جو فکری حلقوں میں پذیرائی حاصل کر رہے ہیں جبکہ مزید پمفلٹس کی اشاعت کے علاوہ دیگر کئی منصوبے زیر غور ہیں۔

یہ تمام ترپیش رفت ایسے احباب کے طفیل ممکن ہوئی ہے جنہوں نے فاؤنڈیشن سے دامے درمے قدمے سخنے اور نوشتے تعاون کیا ہے لہٰذا ملک و ملت کے لئے مخلصانہ احساسات رکھنے والے خواتین و حضرات کے لئے بھی صلائے عام ہے کہ وہ فاؤنڈیشن کی فکری سرگرمیوں کو آگے بڑھانے کے لئے اپنے عملی تعاون سے حوصلہ افزائی کریں۔

طریق کار:۔ ساٹھ روپے ممبرشپ فیس ادا کر کے نئے شائع ہونے والے بارہ عدد پمفلٹس گھر بیٹھے حاصل کیجئے نیز ممبر حضرات شائع شدہ پمفلٹس چالیس فیصد رعایت کے ساتھ حاصل کر سکتے ہیں (ممبرشپ نمبر کا حوالہ ضروری ہے) خواہشمند خواتین و حضرات منی آرڈر فارم پر اپنا نام اور مکمل پتہ صاف تحریر کریں اور فارم کے تمام متعلقہ خانے پر کریں ممبرشپ نمبر سے منی آرڈر ملنے کے پندرہ یوم کے اندر مطلع کر دیا جائے گا پتہ کی تبدیلی اور دیگر خط و کتابت میں ممبرشپ نمبر کا حوالہ ضرور دیا جائے۔

ممبرشپ فیس ارسال کرنے کا پتہ:۔ سعید اعوان ۲۰ گل گشت متصل تعلیمی بورڈ ملتان پوسٹ کوڈ نمبر ۶۰۷۰۰

منجانب:۔ مقصود الحسن سیکرٹری شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

شاه ولي الله ميڊيا فائونڊيشن

سنڌي مطبوعات

١. فڪ ڪل نظام
٢. دين جي معاشي نظام ۾ محنت جو قدر واهميت
٣. جد وجهد ۽ نوجوان
٤. ايشيا جو عظيم انقلابي ليڊر
٥. هند ۽ پاڪ جا علماءِ حق

ر پي او باڪس نمبر ٣٦٢ جي پي او مُلتان

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن کی دستیاب مطبوعات

☆ جدوجہد اور نوجوان	شیخ الہند مولانا محمود حسن
☆ تاریخ اسلام	مولانا عبید اللہ سندھی
☆ قرآنی اصول معاشیات	مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی
☆ فرد اور اجتماعیت	مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی
☆ اخلاق و معاشیات کا باہمی ربط	مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی
☆ وقت کی قدر و قیمت	مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی
☆ لرزہ خیز انتقام کی داستان	مولانا محمد میاں
☆ غلبہ دین اور عبادات	چوھدری افضل حق مرحوم
☆ ثناء خداوندی	چوھدری افضل حق مرحوم
☆ صدائے فکر و عمل	چوھدری افضل حق مرحوم
☆ ارکان اسلام	چوھدری افضل مرحوم
☆ شعوری تقاضے	مولانا شوکت اللہ انصاری
☆ عبادت و خلافت	مولانا قاری محمد طیب قاسمی
☆ جدوجہد آزادی کا رہنما ادارہ	مولانا قاری محمد طیب قاسمی
☆ دینی تمدن کی تشکیل نو	مولانا قاری محمد طیب قاسمی
☆ اجتماعی زوال کے اسباب	مولانا محمد تقی امینی
☆ انسان اور نفسیاتی عوامل	مولانا محمد تقی امینی
☆ اجتماعی مسائل کا ولی اللہی حل	جناب محمد مقبول عالم مرحوم
☆ ولی اللہی نظام فکر	مفتی عبدالخالق آزاد
☆ مولانا محمد الیاس کا تصور دین	مفتی سعید الرحمان
☆ عدم تشدد کی حکمت عملی	مفتی سعید الرحمان